49

جب بھی کوئی مصیبت آئے تم فوراً خدا تعالیٰ کے سامنے جھکو اور یقین رکھو کہ وہ ضرور تمہاری مدد کرے گا

(فرمودہ 14 دسمبر 1956ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیتِ قرآنیہ کی تلاوت فرمائی: وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ 1

اس کے بعد فرمایا:

''دنیا میں لوگوں کے اندر یہ عام احساس پایا جاتا ہے کہ گویا وہ اکیلے ہیں اور اس دنیا میں اُن کا کوئی ساتھی اور دوست نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی پیدائش کا سلسلہ ہی ایسا رکھا ہے کہ بچہ ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے تو پچھلی تاریخ اُسے بھولی ہوئی ہوتی ہے اور وہ نہیں جانتا کہ ماں کے پیٹ میں جانے سے قبل اُس کی کیا حالت تھی اور اس حالت سے پہلے اُسے کونسی زندگی ملی ہوئی تھی۔ پھر وہ مرتا ہے تو اکیلا ہی قبر میں جاتا ہے اور اسے پتا نہیں ہوتا کہ وہاں اسے کیسے ساتھی ملیں گے اور اس کا کیا حال ہوگا۔ اُس کے رشتہ دار اور عزیز جو اُس کی

پیدائش کے وقت اس بات سے ناواقف ہوتے ہیں کہ وہ کہاں سے آیا وہ اُس کی موت کے بعد حیرت زدہ ہوتے ہیں کہ وہ کہاں چلا گیا۔ گویا انسان اِس دنیا میں اکیلا ہی آتا ہے اور اکیلا ہی جاتا ہے اور اس کے دل میں ہمیشہ یہ خلش رہتی ہے کہ یہ تنہائی دور بھی ہوگی یا نہیں؟ اور پھر دور ہوگی تو کیسے ہوگی؟ آخر وہ چاروں طرف ہاتھ پاؤں مارتا ہے اور پہلے صرف اپنے دل کو تسلی دینے کے لیے یہ فیصلہ کرتا ہے کہ اگر اُسے کوئی ساتھی ملتا ہے تو پھر اُس کا پیدا کرنے والا خدا ہی ہوسکتا ہے اور سمجھتا ہے کہ شاید وہ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرے تو اُسے ساتھی مل جائے اور اس کی بیکلی دور ہو جائے۔ پھر جب وہ اس بات پر قائم ہو کر صحیح جدوجہد کرتا ہے تو اسے روشنی نظر آ جاتی ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ جو رستہ اُس نے اختیار کیا تھا اور سمجھا تھا کہ شاید وہ ہستی جسے خدا کہتے ہیں اس تنہائی میں میری ساتھی بن جائے وہ صحیح نکلا ہے اور واقع میں خداتعالیٰ ہی میرا ساتھی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی ایک دفعہ کشفی حالت میں دیکھا کہ اپنے بازو پر یہ الفاظ لکھ رہے ہیں کہ

"میں اکیلا ہوں اور خدا میرے ساتھ ہے"[2]

یہ کشف درحقیقت اس آیت کا ہی ترجمہ ہے۔ لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب انسان خداتعالیٰ کو دیکھتا ہی نہیں تو وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ کا کیا مطلب ہوا؟ کیونکہ انسان پوچھتا اُسی کے متعلق ہے جو اُسے نظر آتا ہو۔ اس کے متعلق یاد رکھنا چاہیے کہ کبھی سوال مبہم بھی ہوتا ہے جیسے رات کو کوئی مسافر اندھیرے میں سفر پر جا رہا ہو اور اسے خطرہ محسوس ہو تو وہ آواز دیتا ہے کہ کوئی ہے؟ اب اِس کا یہ مطلب تو نہیں ہوتا کہ اسے کوئی انسان نظر آ رہا ہے بلکہ وہ اِس خیال سے آواز دیتا ہے کہ اگر کوئی شخص وہاں ہو تو وہ آئے اور اس کی مدد کرے اور جنگل میں تنہائی اور اندھیرے کی وجہ سے جو گھبراہٹ اُس پر طاری ہے وہ دور ہو جائے۔ اِسی طرح یہ آیت ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جب دنیا میں انسان تنہائی محسوس کرے اور سمجھے کہ مجھے کسی کی مدد کی ضرورت ہے اور خداتعالیٰ جو غیرمرئی ہے اُس کے متعلق وہ کہے کہ اگر کوئی خدا ہے تو وہ آئے اور میری مدد کرے جیسے اندھیرے میں

کوئی مسافر گھبرا کر آواز دیتا ہے کہ کیا کوئی ہے؟ تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی ہو تو وہ میری مدد کرے۔ اسی طرح جب انسان بھی گھبرا کر آواز دے کہ کیا کوئی ہے؟ تو خدا تعالیٰ کہتا ہے تم میرے اس بندے کو بتا دو کہ میں ہوں اور پھر میں زیادہ دور بھی نہیں بلکہ میں تمہارے قریب ہی ہوں۔ دنیا میں پاس رہنے والا شخص بھی بعض اوقات مدد نہیں کرتا، بعض دفعہ تو وہ مدد کا ارادہ ہی نہیں کرتا اور کہتا ہے مرتا ہے تو مرے مجھے اس کی مدد کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اور بعض اوقات وہ اپنے اندر زیادتی کرنے والے کے خلاف مدد کرنے کی طاقت نہیں پاتا۔ جیسے کوئی شیر گاؤں میں آ جائے اور کسی پر حملہ آور ہو تو دوسرے لوگ بجائے اُس کی مدد کرنے کے بھاگ جاتے ہیں لیکن یہاں ایسا نہیں ہوتا بلکہ اگر کوئی بندہ گھبرا کر آواز دے اور کہے کہ کوئی ہے؟ تو وہاں خدا موجود ہوتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میرے بندے نے اگرچہ مبہم طور پر آواز دی ہے کہ شاید کوئی موجود ہو تو وہ بول پڑے لیکن میں اس کی مبہم پکار کو بھی اپنی طرف منسوب کر لیتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ وہ مجھے ہی بلا رہا ہے۔ میں بھول جاتا ہوں کہ جو کچھ کہہ رہا ہے خیالی طور پر کہہ رہا ہے۔ میں اس وقت اگر مگر کو چھوڑ دیتا ہوں اور فوراً اس کی مدد کے لیے دوڑ پڑتا ہوں۔ اس لیے اگر کوئی میرے متعلق سوال کرے تو اُسے بتا دو کہ میں قریب ہی ہوں دور نہیں۔ بیشک دنیا میں بعض دفعہ کوئی دوسرا شخص قریب بھی ہوتا ہے تو پھر بھی وہ مدد کرنے کا ارادہ نہیں کرتا یا اُس کی مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ لیکن میں تو ارادہ کر کے بیٹھا ہوں کہ اس کی مدد کروں گا اور پھر میرے اندر اس کی مدد کرنے کی طاقت بھی ہے۔ لیکن اگر میں باوجود آقا ہونے کے اُس کی آواز سنتا ہوں اور اُس کی مدد کے لیے دوڑ پڑتا ہوں تو فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ اسے بھی چاہیے کہ میری آواز کا جواب دے۔ عربی زبان میں اِسْتَجَابَ کے دو معنے ہوتے ہیں۔ جب یہ لفظ خدا تعالیٰ کے متعلق بولا جاتا ہے تو اس کے معنے ہوتے ہیں "اُس نے دعا قبول کی" اور جب یہ انسان کے متعلق استعمال کیا جاتا ہے تو اس کے معنے ہوتے ہیں "اُس نے آواز کا جواب دیا"۔ اِس آیت میں اِسْتَجَابَ کا جو لفظ استعمال ہوا ہے یہ انسان کے متعلق ہے۔ اس لیے اس کے معنے یہ ہیں کہ میرے بندوں کا بھی فرض ہے کہ میں انہیں بلاؤں تو وہ بھی آواز دیا کریں۔ باوجود اس کے کہ میں ان کا آقا ہوں اور یہ میرے

غلام ہیں یہ پکارتے ہیں تو میں ان کی آواز سنتا ہوں اور دوڑتا ہوا ان کی مدد کے لیے آ جاتا ہوں۔ پس ان کا تو زیادہ فرض ہے کہ اگر میں انہیں آواز دوں تو وہ لبیک کہتے ہوئے میرے پاس آ جائیں اور وہ صرف میری آواز کا ہی جواب نہ دیں بلکہ وہ یقین رکھیں کہ میں ان کی مدد کروں گا گویا فَلْيَسْتَجِيْبُوْالِيْ ہی کافی نہیں بلکہ وَلْيُؤْمِنُوْابِيْ کی بھی ضرورت ہے کیونکہ جسے دعا کرتے ہوئے یہ یقین نہیں ہوتا کہ کوئی خدا ہے اور وہ اس کی مدد کرے گا تو وہ دعا اس کے منہ پر ماری جاتی ہے۔ اگر اسے خداتعالیٰ کی مدد کا یقین ہی نہیں تو وہ اس کی مدد کیوں کرے گا۔ احادیث میں آتا ہے کہ خداتعالیٰ کہتا ہے اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ[3] کہ اگر انسان میرے متعلق یہ یقین رکھتا ہے کہ میں اس کی مدد کروں گا تو میں اس کی مدد کرتا ہوں۔ اور اگر وہ میرے متعلق تذبذب میں مبتلا ہے اور اسے یہ یقین نہیں کہ میں اس کی مدد کروں گا تو میں اُس کی مدد نہیں کرتا۔ پس خداتعالیٰ کہتا ہے کہ اگر میرا کوئی بندہ مجھے بلاتا ہے تو اُسے کہہ دو کہ میں اس کے قریب ہوں لیکن ضرورت ہے کہ میں بھی جب اسے بلاؤں تو وہ دوڑتے ہوئے میری آواز کی طرف آئے۔

اب یہ ظاہر ہے کہ خداتعالیٰ تو ہر انسان سے نہیں بولتا وہ اپنے رسولوں کے ذریعے ہی بولتا ہے۔ اس لیے اِس آیت کا یہ مطلب ہوا کہ جب میں اپنا کوئی رسول بھیجوں تو تمہارا بھی فرض ہے کہ اس رسول پر ایمان لاؤ، اس کی مدد کرو اور میرے بھیجے ہوئے دین کی اشاعت کرو۔ اگر تم میری آواز کو سنو گے اور اس کا جواب دو گے اور پھر یقین رکھو گے کہ میں تمہاری مدد کروں گا تو میں یقیناً تمہاری مدد کروں گا اور تمہیں اکیلا اور بے یارومددگار نہیں چھوڑوں گا۔ صحابہؓ نے اس کا ایسا نظارہ دکھایا ہے کہ اسے دیکھ کر حیرت آتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب جنگِ حنین کے لیے تشریف لے گئے تو دشمن نے پہلے یہ چاہا کہ وہ شہر سے دور نکل کر مسلمانوں کا مقابلہ کرے۔ وہ علاقہ ان کا اپنا تھا اور وہ اس سے خوب واقف تھے اور پھر وہ سمجھتے تھے کہ وہ مسلمانوں سے تعداد میں زیادہ ہیں لیکن بعد میں کسی عقلمند شخص نے انہیں مشورہ دیا کہ شہر سے زیادہ دور نہ جاؤ بلکہ شہر کے قریب ہی اپنی صفیں بنا لو۔ یہ جگہ تنگ ہے اور اس کے دونوں طرف پہاڑیاں ہیں۔ مسلمان اگر تم پر حملہ آور ہوں گے تو وہ لازمی طور پر

ان پہاڑیوں میں سے گزریں گے اس لیے تم درّہ کے دونوں طرف پہاڑیوں پر اپنے تیرانداز بٹھا دو۔ جب مسلمان حملہ آور ہوں تو دونوں طرف سے ان پر تیروں کی بارش کرو۔ چنانچہ انہوں نے اس کے مشورہ کو مان لیا۔ جب اسلامی لشکر حنین کے مقام پر پہنچا تو دشمن کے اکثر سپاہی پہاڑیوں کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گئے اور کچھ سپاہی سامنے صف بند ہو کر کھڑے ہو گئے۔ مسلمانوں نے یہ سمجھ کر کہ لشکر وہی ہے جو سامنے کھڑا ہے آگے بڑھ کر اُس پر حملہ کر دیا۔ جب مسلمان آگے بڑھ چکے اور کمین گاہوں کے سپاہیوں نے سمجھا کہ اب ہم اچھی طرح مقابلہ کر سکتے ہیں تو اگلی کھڑی ہوئی فوج نے سامنے سے حملہ کر دیا اور پہلوؤں سے تیراندازوں نے بے تحاشا تیر برسانے شروع کر دیئے۔ یہ جنگ فتح مکہ کے قریب کے زمانہ میں ہی ہوئی تھی۔ مکہ کے غیر مسلموں نے بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے درخواست کی کہ آپ انہیں اس جنگ میں شامل ہونے کی اجازت دے دیں۔ ان کا خیال تھا کہ انہیں مسلمانوں کو اپنی بہادری دکھانے کا موقع مل جائے گا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں اجازت دے دی۔ چنانچہ دو ہزار کے قریب مکہ کے غیر مسلم اسلامی لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے۔ یہ لوگ چلے تو بہادری دکھانے کے لیے تھے لیکن جب دونوں پہلوؤں سے تیراندازوں نے تیروں سے حملہ کر دیا تو وہ بے تحاشا پیچھے بھاگے اور جب ہزاروں پر مشتمل لشکر اور اس کے گھوڑے اور اونٹ ان چنیدہ صحابہؓ میں سے گزرے جو ہر میدان میں ثابت قدم رہنے کے عادی تھے تو اُن کے گھوڑے بھی بھاگ پڑے اور لشکرِ اسلامی کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ ایک صحابیؓ کہتے ہیں کہ جب ان دو ہزار غیر مسلموں کے گھوڑے ہمارے گھوڑوں کے پاس سے گزرے تو وہ بھی ڈر گئے اور پیچھے کو بھاگ پڑے۔ ہم نے انہیں روکنے کی بڑی کوشش کی مگر وہ بھاگتے ہی چلے جا رہے تھے اور ہماری ہر کوشش ناکام ہو گئی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صرف چند آدمیوں کے ساتھ میدانِ جنگ میں کھڑے تھے اور دائیں اور بائیں سے تیر برس رہے تھے۔صحابہؓ کو خطرہ پیدا ہوا کہ اب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حفاظت کی کیا صورت ہو گی لیکن وہ آپؐ کی کوئی مدد نہیں کر سکتے تھے۔ دو ہزار اونٹوں کے بھاگنے کی وجہ سے ان کی سواریاں اس قدر ڈر گئی تھیں کہ ان کے ہاتھ باگیں موڑتے موڑتے زخمی ہو گئے مگر اونٹ اور گھوڑے واپس لوٹنے کا

نام نہیں لیتے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی خچر کو ایڑ لگا کر دشمن کے لشکر کی طرف بڑھنے لگے تو حضرت ابوبکرؓ نے اپنی سواری سے اُتر کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خچر کی باگ پکڑ لی اور عرض کیا یَارَسُوْلَ اللّٰہ! تھوڑی دیر کے لیے پیچھے ہٹ آئیں۔ یہاں تک کہ اسلامی لشکر جمع ہو جائے۔ اس وقت آگے بڑھنے کا موقع نہیں۔ دشمن دونوں طرف سے تیر برسا رہا ہے۔ آپؐ نے فرمایا ابوبکر! میری خچر کی باگ چھوڑ دو اور پھر خچر کو ایڑ لگاتے ہوئے آپؐ نے اُس تنگ راستہ پر آگے بڑھنا شروع کیا جس کے دائیں بائیں کمین گاہوں میں بیٹھے ہوئے سپاہی بے تحاشا تیراندازی کر رہے تھے اور فرمایا

اَنَا النَّبِیُّ لَاکَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبْ 4

میں خدا کا نبی ہوں۔ جھوٹا نہیں ہوں۔ اس لیے میدان سے فرار کرنا میری شان کے خلاف ہے۔ اگر دشمن دونوں طرف سے تیر برسا رہا ہے تو وہ مجھے کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا کیونکہ خداتعالیٰ میرا محافظ ہے لیکن میری اس جرأت اور دلیری کی وجہ سے جو میں آٹھ ہزار تیراندازوں کی زد میں ہونے کے باوجود دکھا رہا ہوں یہ خیال نہ کرنا کہ میں خدا ہوں میں خدا نہیں ہوں بلکہ ایک بشر ہوں اور عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ ہاں! مجھے دشمن کا کوئی خطرہ نہیں کیونکہ میں خداتعالیٰ کا سچا نبی ہوں اور پھر جس نبوت کا میں نے دعوٰی کیا ہے اُس کے متعلق پہلے سے یہ پیشگوئی موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے لوگوں کے حملوں سے بچائے گا۔ پھر آپؐ نے حضرت عباسؓ کو جو بڑے جہیر الصوت تھے بلایا اور فرمایا عباس! آگے آؤ اور بلند آواز سے پکار کر کہو کہ اے سورۂ بقرہ کے صحابیو! اور اے بیتِ رضوان کے صحابیو! خدا کا رسول تمہیں بلاتا ہے۔ چنانچہ حضرت عباسؓ آگے آئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشاد کی تعمیل میں انہوں نے مسلمانوں کو آواز دی اور کہا اے سورۂ بقرہ کے صحابیو! یعنی اے وہ لوگوں جو سورۃ بقرہ کے زمانہ سے مسلمان ہو اور جنہوں نے سورۃ بقرہ یاد کی ہوئی ہے اور اے بیتِ رضوان کے صحابیو! خدا کا رسول تمہیں بلاتا ہے۔ صحابہؓ کہتے ہیں کہ غیرمسلموں کے ریلا کی وجہ سے ہماری سواریاں پاگلوں کی طرح دوڑتی جاتی تھیں اور انہیں واپس لوٹانے کا کوئی طریق ہمارے ذہن میں نہیں آتا تھا۔ ہم اونٹوں اور گھوڑوں کو واپس کرنے کی کشمکش میں تھے

کہ حضرت عباسؓ کی آواز ہمارے کانوں میں پڑی۔ اُس وقت یوں معلوم ہوا کہ ہم اِس دنیا میں نہیں ہیں بلکہ ہم مر چکے ہیں اور قبروں سے اُٹھے ہیں، اسرافیل صور بجا رہا ہے اور ہم حساب دینے کے لیے خداتعالیٰ کے سامنے جا رہے ہیں۔ جیسے قرآن کریم میں آتا ہے کہ جب قیامت کے دن خداتعالیٰ کی طرف سے آواز دی جائے گی تو لوگ بے تحاشا خداتعالیٰ کی طرف بھاگ پڑیں گے۔ اِسی طرح اُس وقت ہم بھی سمجھتے تھے کہ اب ٹھہرنا ہمارے لیے ممکن نہیں اور سواریاں ہماری مُڑتی نہیں۔ ہم نے اِس زور سے باگیں موڑیں کہ ہماری سواریوں کے سر پیٹھ سے لگ جاتے تھے لیکن جب باگیں ڈھیلی ہوتیں تو سواریاں پھر پیچھے کی طرف دوڑ پڑتیں۔ وہ صحابی کہتے ہیں جب حضرت عباسؓ کی آواز ہمارے کان میں پڑی اور ہم نے دیکھا کہ ہماری سواریاں ہمارے بس میں نہیں رہیں تو ہم میں سے بعض نے اپنی بھاگتی ہوئی سواریوں پر سے چھلانگیں لگا دیں اور ڈری ہوئی سواریوں کو انہوں نے خالی چھوڑ دیا کہ وہ جدھر چاہیں چلی جائیں اور بعض نے اپنی تلواریں میانوں سے باہر نکالیں اور ان سے اپنی سواریوں کی گردنیں کاٹ دیں اور خود پیدل دوڑ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف چل پڑے اور منہ سے یہ کہتے جاتے تھے کہ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ! یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! آپ کا پیغام ہمیں پہنچ گیا ہے۔ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! ہم حاضر ہیں ہم حاضر ہیں۔5

پس فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ کا یہ مطلب ہے کہ جب خداتعالیٰ کی طرف سے آواز آئے تو اس کے بندوں کو چاہیے کہ وہ بھی اس آواز کا جواب دیں اور خداتعالیٰ کی طرف دوڑ پڑیں۔ خداتعالیٰ آسمان سے بولا نہیں کرتا بلکہ وہ اپنے نبیوں کے ذریعہ سے بولا کرتا ہے۔ اس لیے جب اُس کا کوئی نبی آئے تو ان کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اس پر ایمان لائیں اور اس کی مدد کریں اور یقین رکھیں کہ خداتعالیٰ اپنے بندوں کی مدد کیا کرتا ہے۔ صحابہؓ نے اِس کا جو نمونہ دکھایا ہے وہ کسی اَور نبی کی قوم نے نہیں دکھایا۔ انہوں نے جب دیکھا کہ ان کی سواریاں پیچھے بھاگ رہی ہیں اور واپس نہیں مُڑتیں تو وہ ان کی پیٹھوں پر سے نیچے کُود پڑے یا انہوں نے ان کی گردنیں کاٹ دیں اور خود پیدل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھاگ پڑے اور آپؐ کے گرد گھیرا ڈالنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ دیکھتے ہی دیکھتے ہزاروں کا لشکر جمع ہو گیا

اور انہوں نے کفار پر حملہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن بھاگ گیا اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ یہ گویا وَلْيُؤْمِنُوْا بِیْ کا ثبوت مل گیا۔ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِیْ کا حکم صحابہ سے تعلق رکھتا تھا کہ وہ خداتعالیٰ کی آواز سن کر اُس کی طرف بھاگ پڑیں۔ چنانچہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنتے ہی اُس طرف بھاگ پڑے۔ اور وَلْيُؤْمِنُوْا بِیْ کا حصہ خداتعالیٰ سے تعلق رکھتا تھا۔ جب صحابہؓ اِس یقین سے واپس لوٹے کہ خداتعالیٰ ان کی مدد کرے گا تو آناًفاناً انہیں فتح نصیب ہوگئی۔ دشمن کی فوج کے سپاہی قید ہوئے، اُن کی عورتیں پکڑی گئیں اور ان کے اموال، غنیمت کے طور پر مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی والدہ اسی قبیلہ میں سے تھیں۔ جب کفار کو شکست ہوئی تو وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہنوں کے پاس آئے کیونکہ انہیں امید تھی کہ وہ ان کی وجہ سے اپنے اموال اور قیدی واپس لے سکیں گے۔ انہوں نے آپؐ کی بہنوں کو مخاطب کر کے کہا کہ تم اِس وقت ہماری مدد کر سکتی ہو۔ محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے گھر میں پلے ہیں۔ تم اگر جاؤ اور ہماری سفارش کرو تو وہ تمہاری سفارش ضرور مان لیں گے اور ہمارے اموال اور قیدی ہمیں واپس لوٹا دیں گے۔ چنانچہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کیا یَارَسُوْلَ اللّٰہ! آپ نے اِس قوم میں پرورش پائی ہے آپ انہیں معاف کر دیں اور ان کے اموال اور قیدی واپس لوٹا دیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے ایک ماہ تک انتظار کرنے کے بعد قیدی اور اموال مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے ہیں۔ ممکن ہے ان لوگوں کو اپنی طاقت پر غرور ہو اور انہیں خیال ہو کہ وہ دوبارہ مسلمانوں کا مقابلہ کریں گے اور فتح حاصل کر لیں گے اس لیے وہ کوئی سفارش لے کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر نہ ہوئے۔ یا پھر ان کے ایک ماہ تک نہ آنے کی یہ وجہ ہو کہ انہیں یہ امید ہو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے قبیلہ میں پرورش پانے اور دودھ کے تعلق کی وجہ سے آپ ہی آپ ہمیں معاف فرما دیں گے۔ بہرحال رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تمہارا ایک ماہ تک انتظار کیا ہے لیکن جب تم نہ آئے تو میں نے اموال اور قیدی مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے۔ اب دو باتوں میں سے ایک اختیار کر لو۔ یا تو تم اپنے قیدی

چُھڑ والو یا اپنے اموال واپس لے لو۔ انہوں نے کہا ہم اپنی قوم سے مشورہ کر لیں۔ چنانچہ وہ قوم کے سرداروں کے پاس گئیں اور کہا اِس وقت تمہیں یا تو قیدی مل سکتے ہیں اور یا اموال مل سکتے ہیں۔تم جو چیز پسند کرو واپس لے لو۔ انہوں نے کہا ہمارے قیدی ہمیں واپس کر دیئے جائیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو جمع کیا اور فرمایا اس قوم کے مجھ پر بہت سے احسانات ہیں۔ ان کی ایک عورت نے مجھے دودھ پلایا ہے اور میری پرورش کی ہے۔ اب وہ میرے پاس آئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ میں ان کے اموال اور قیدی واپس کر دوں لیکن چونکہ وہ دیر سے آئے ہیں اس لیے میں نے ان کے سامنے یہ بات رکھی ہے کہ یا تو قیدی چُھڑوا لو اور یا اپنے اموال واپس لے لو۔صحابہؓ نے عرض کیا یَارَسُولَ اللّٰہ ! اگر اِس قوم کے آپؐ پر احسانات ہیں تو ہم پر بھی احسانات ہیں۔ ہم ان کے قیدی چھوڑنے کے لیے بھی تیار ہیں اور ان کے اموال بھی واپس لوٹا دیں گے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیر سے آنے کی وجہ سے میں نے انہیں دوباتوں میں سے ایک کے انتخاب کرنے کا اختیار دیا تھا کہ یا تو وہ اپنے قیدی چھڑوا لیں اور یا اپنے اموال واپس لے لیں اور انہوں نے قیدی چھڑوانے کو پسند کیا ہے۔ چنانچہ تم ان کے قیدی انہیں دے دو اور بھیڑ، بکریاں، اونٹ اور دوسرے اموال اپنے پاس رکھو۔ چنانچہ صحابہ نے سب قیدیوں کو آزاد کر دیا۔

تو فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ کا یہ عظیم الشان نمونہ تھا جو صحابہؓ نے دکھایا۔صحابہؓ کے سوا اَور کوئی قوم نہیں جو جنگِ حنین کے سے خطرناک موقع پر خطرہ میں کُود پڑی ہو۔ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی قوم تھی جو بے دست و پا ہو چکی تھی لیکن جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز اُس کے کان میں پڑی تو وہ خطرہ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے پروانہ وار آپؐ کے اردگرد جمع ہوگئی۔ حضرت موسٰی علیہ السلام کی قوم نے آپ سے کہہ دیا تھا کہ فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ[6] کہ تُو اور تیرا خدا جا کر لڑو۔ ہم یہیں بیٹھے ہیں۔ اُس وقت کوئی لڑائی بھی نہیں تھی صرف ایک قوم کو سامنے دیکھ کر انہوں نے یہ کہہ دیا تھا لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم نے عین جنگ کے موقع پر جب اُس کے قدم اُکھڑ چکے تھے اور اُس کی سواریاں پیچھے بھاگی جا رہی تھیں اور باوجود

پورا زور لگانے کے وہ واپس نہیں مُڑتی تھیں یہ نمونہ دکھایا کہ جونہی اُس کے کان میں یہ آواز پڑی کہ خدا کا رسول تمہیں بلاتا ہے تو وہ اپنے گھوڑوں اور اونٹوں کو خالی چھوڑ کر یا ان کی گردنیں کاٹ کر پیدل اس آواز کی طرف بھاگ پڑے اور آناً فاناً آپ کے گرد جمع ہو گئے۔ اور پھر وہ اِس یقین کے ساتھ وہاں جمع ہوئے کہ اگر خداتعالیٰ کا رسول ہمیں بلاتا ہے تو خداتعالیٰ بھی وہیں ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے زمین سے لبیک لبیک کہا اور آسمان سے خداتعالیٰ نے کہا میں تمہاری مدد کے لیے آ گیا ہوں۔ جب دونوں چیزیں جمع ہو گئیں تو دشمن ڈر گیا۔ خداتعالیٰ کے فرشتے مدد کے لیے اُترنے شروع ہوئے اور تھوڑی ہی دیر میں شکست مبدّل بفتح ہو گئی

غرض یہ ایک عظیم الشان گُر ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان کیا ہے لیکن مسلمان بدقسمتی سے اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ اگر کسی شخص کو یہ معلوم ہو جائے کہ ضلع کا ڈپٹی کمشنر اُس پر مہربان ہے تو وہ اُس کی دہلیز گِھسا دیتا ہے لیکن خداتعالیٰ اسے اپنی طرف بلاتا ہے تو وہ اس کی طرف توجہ نہیں کرتا بلکہ اِدھر اُدھر جاتا ہے۔ کبھی کہتا ہے فلاں کے پاس میری سفارش کر دو، کبھی کہتا ہے فلاں کے پاس میری امداد کے لیے درخواست کر دو حالانکہ خداتعالیٰ کہتا ہے کہ مجھے جو بھی پکارتا ہے اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ۔ میں اس کی پکار کو سنتا ہوں اور اس کی دعا کو قبول کرتا ہوں۔ اگرچہ یہ پکار کسی مقرب کی نہیں ہوتی بلکہ ایک مضطرب کی ہوتی ہے یعنی ایسے شخص کی پکار ہوتی ہے جو گھبرا جاتا ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ 7 کہ جو شخص مضطر ہوتا ہے اور وہ گھبرا کر پکارتا ہے تو کون اسے جواب دیتا ہے۔ حالانکہ خدا اسے نظر نہیں آ رہا ہوتا اور وہ مبہم طور پر پکار رہا ہوتا ہے لیکن خداتعالیٰ پھر بھی خیال کر لیتا ہے کہ وہ اسے پکار رہا ہے اور وہ فرضی بات کو حقیقی سمجھ لیتا ہے اور اس کی مدد کرنے لگ جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی کامیابی کے لیے ایک بڑا رستہ کھول دیا ہے لیکن بدقسمتی سے مسلمان اس طرف توجہ نہیں کرتے اور اس سے فائدہ نہیں اُٹھاتے۔ وہ غفلت میں پڑے رہتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ خداتعالیٰ ان کے بالکل قریب ہے اور ان کی مدد کرنے کے لیے تیار ہے۔ وہ خود کہتا ہے

فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ میں ہر پکارنے والے کے قریب ہوں۔
یہ بالکل وہی لفظ ہیں جو 1953ء کے فسادات کے موقع پر میں نے کہے تھے کہ تم مت گھبراؤ میں دیکھ رہا ہوں کہ خدا میری مدد کے لیے آ رہا ہے۔ نہیں میں دیکھتا ہوں کہ وہ دوڑا چلا آ رہا ہے۔ اور پھر یہی ہوا کہ عین اُس وقت جب لاہور میں تمام احمدیوں کے قتل کی تجویز ہو رہی تھی وہاں مارشل لاء نافذ کر دیا گیا اور گھنٹوں میں وہ فساد ختم ہو گیا۔ پس جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کی مدد کرتا ہے اور اس طرح مدد کرتا ہے کہ دوڑ کر اُس کے پاس آتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کو مدد کے لیے پکارے اور وہ تین چار فرلانگ کے فاصلہ پر ہو تو بعض اوقات اُس کے آتے آتے پکارنے والا مر سکتا ہے لیکن خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ میں ہر پکارنے والے کے قریب ہوں فاصلہ پر نہیں۔ اگر کوئی مجھے پکارے گا تو میں فوراً ہاتھ بڑھا کر اسے اپنی گود میں بٹھا لوں گا دیر کا سوال ہی نہیں ہو گا۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں نے اس قیمتی نسخہ کو چھوڑ دیا ہے جو اُن کی بدقسمتی کی علامت ہے۔

دوستوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ میں ہر انسان کے قریب ہوں اور یہ کہ میں ہر پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہوں اور جس کے قریب خدا تعالیٰ ہو وہ اکیلا نہیں ہو سکتا۔ بے شک حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کشفی حالت میں اپنے بازو پر یہ تحریر فرمایا کہ ''میں اکیلا ہوں اور خدا میرے ساتھ ہے'' مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ اکیلے تھے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی نظروں میں تو میں اکیلا ہوں لیکن حقیقۃً خدا میرے ساتھ ہے۔ اگر خدا کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی کوئی شخص اپنے آپ کو اکیلا کہتا ہے تو اس کی مثال اُس بیوقوف کی سی ہو گی جو اپنے باپ کے ساتھ سفر کر رہا تھا کہ رستہ میں ڈاکہ پڑا اور چور اُن کا مال لُوٹ کر لے گئے۔ جب کسی نے اُس سے پوچھا کہ کیا ہوا؟ تو اُس نے کہا ''چور تے لاٹھی دو جنے میں تے باپو اکلّے''۔ پس جو خدا تعالیٰ کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی کہتا ہے میں اکیلا ہوں تو یہ اس کی بیوقوفی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان الفاظ کے یہ معنے ہیں کہ دنیا کی نظروں میں تو میں اکیلا ہوں لیکن خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے۔ جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا تھا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔[8] ابوبکر! گھبرانے

کی کوئی بات نہیں اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے اور جب اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے تو دس بارہ لفنگوں کی کیا طاقت ہے کہ وہ ہمیں تکلیف پہنچا سکیں۔ خدا تعالیٰ انہیں خود تباہ کر دے گا۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کشف میں جو کہا گیا ہے کہ میں اکیلا ہوں اس کا یہی مطلب ہے کہ دنیا کو تو نظر نہیں آتا کہ میرے ساتھ کوئی اَور بھی ہے لیکن خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے۔ اگر وہ مجھ پر حملہ کریں گے تو وہ دیکھ لیں گے کہ خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے میں کامیاب و کامران ہوں گا اور وہ ناکام اور ذلیل ہوں گے۔

بہرحال قرآن کریم بتاتا ہے کہ ہر شخص جو خدا تعالیٰ کے سامنے جھکے اور اس سے مدد مانگے وہ اس کی مدد کے لیے تیار ہے اور اس کے بالکل قریب ہے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ درجہ کے لحاظ سے وہ کسی کے زیادہ قریب ہوتا ہے اور اس کی جلدی مدد کرتا ہے ورنہ وہ ہے سب کے قریب۔ صرف وہ اس بات کا انتظار کرتا ہے کہ کوئی اسے پکارے اور جب کوئی اسے پکارتا ہے تو وہ کہتا ہے میں تیری مدد کے لیے تیار ہوں۔ اب بتاؤ جس کے پاس اتنا بڑا نسخہ موجود ہو اسے بھلا دنیا کا کیا ڈر ہوسکتا ہے۔ اس میں کوئی شُبہ نہیں کہ ہماری جماعت اکیلی ہے باقی سب لوگ ایک طرف ہیں اور ہم دوسری طرف۔ لیکن اس میں بھی کوئی شُبہ نہیں کہ خدا تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ اس لیے گو ہم دنیا کی نظر میں اکیلے ہیں مگر درحقیقت ہم اکیلے نہیں خدا تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ اور اگر کوئی ہم پر حملہ کرے گا تو وہ ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا کیونکہ ہمارے اور دشمن کے درمیان خدا تعالیٰ حائل ہو جائے گا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اس کی چوٹ خدا تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی بلکہ چوٹ لگانے والے کا ہاتھ خود مفلوج ہو جائے گا اور اس کی چوٹ اُلٹ کر اُسی پر پڑے گی۔

پس اس گُر کو یاد رکھو اور قیامت تک اسے یاد رکھتے چلے جاؤ کہ ہر مصیبت پر خدا تعالیٰ کو پکارو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو دنیا میں تم پر کوئی مصیبت ایسی نہیں آ سکتی جس میں خدا تعالیٰ تمہاری مدد نہ کرے اور دشمن کا خطرناک سے خطرناک حملہ بھی خدا تعالیٰ کی مدد کی وجہ سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا بشرطیکہ تم حرام خوری نہ کرو، بے ایمانی نہ کرو، بددیانتی نہ کرو، خدا تعالیٰ کا خوف کرو، تقوٰی کرو، ظلم نہ کرو، کسی پر تعدّی نہ کرو، کسی کی ذلت

اور بدنامی نہ کرو، منافقت نہ دکھاؤ، فساد نہ کرو۔ اگر تم ایسے ہو جاؤ گے تو ہر قدم پر اور ہر میدان میں خداتعالیٰ تمہارا ساتھی ہو گا۔ یہ قرآن کریم کا وعدہ ہے جو اَصْدَقُ الصَّادِقِیْنَ ہے اور خداتعالیٰ کا کلام جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ اگر تم اس پر عمل کرو گے تو تم ہمیشہ کامیابی اور بامرادی دیکھو گے اور تمہارا دشمن ناکام و نامراد ہو گا کیونکہ تمہارا دشمن خداتعالیٰ کو نہیں پکارتا۔ اُسے کوئی مصیبت پہنچے تو وہ اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو پکارتا ہے۔ لیکن تم مصیبت کے وقت خداتعالیٰ کی طرف جھکتے ہو اور اُس سے مدد چاہتے ہو۔

ہمارے ایک تایا تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا کے بیٹے تھے اور آپؑ کے سخت مخالف تھے اور دہریہ تھے۔ انہیں آپؑ سے اتنی ضد تھی کہ ہر موقع پر وہ اپنا بُغض نکالتے تھے۔ آپؑ نے جب مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو انہوں نے بھی دعویٰ کر دیا کہ میں چوہڑوں کا پیر ہوں اور ان کے بزرگوں کا اوتار ہوں۔ ایک دفعہ لدھیانہ کے بعض چوہڑے جو اپنے پیر سمیت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مُرید ہو گئے تھے۔ اپنے پیر سے اجازت لے کر قادیان آئے۔ مرزا امام دین صاحب کو پتا لگا تو انہوں نے انہیں بلایا اور کہا میاں! اِدھر آؤ۔ جب وہ اُن کے پاس گئے تو انہوں نے کہا میاں! تم کو کیا ہو گیا ہے کہ تم مرزا غلام احمد کے مرید بن گئے ہو؟ چوڑھوں کا لال بیگ تو میں ہوں۔ تم مرزا صاحب کے پاس کیوں چلے گئے ہو؟ تمہیں وہاں کیا ملا ہے؟ انہوں نے کہا مرزا صاحب! ہم تو اَن پڑھ ہیں۔ ہمیں اِس بات کا علم نہیں کہ ہمیں کیا ملا ہے صرف اتنا علم ہے کہ آپ مغل تھے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت کی وجہ سے چوڑھے کہلانے لگ گئے اور ہم لوگ چوڑھے تھے لیکن مرزا صاحب کو مان لینے کی وجہ سے مرزائی کہلانے لگ گئے ہیں۔ ہمیں دلائل نہیں آتے صرف اتنا نظر آتا ہے کہ ہم آپ پر ایمان لانے کی وجہ سے مرزا بن گئے ہیں اور آپ مخالفت کرنے کی وجہ سے چوڑھے بن گئے ہیں۔

مرزا امام دین صاحب کو ایک دفعہ پیٹ درد ہوا۔ ان دنوں قادیان میں حضرت خلیفہ اول کے سوا اَور کوئی طبیب نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول کو بلایا۔ آپ اُن کے گھر تشریف لے گئے۔ آپ نے دیکھا کہ وہ درد کے مارے دالان میں

فرش پر لَوٹتے پھرتے ہیں اور کہتے ہیں ہائے اماں! ہائے اماں! حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے فرمایا مرزا صاحب! اس تکلیف کے وقت بھی آپ خداتعالیٰ کو نہیں پکارتے اور اپنی والدہ کا نام لیے جا رہے ہیں۔ وہ کہنے لگے مولوی صاحب! ماں تو میں نے دیکھی ہے لیکن خداتعالیٰ نظر نہیں آتا۔ اس لیے میں خداتعالیٰ کو کیا پکاروں؟ اپنی ماں کو ہی پکارتا ہوں۔ یہی مومن اور کافر میں فرق ہے۔ مرزا امام دین صاحب کو پیٹ میں درد ہوا تو انہیں اپنی ماں یاد آئی خدا یاد نہ آیا۔ لیکن اِس کے مقابل پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک دفعہ کھانسی کی سخت تکلیف ہوئی۔ بہتیرا علاج کیا گیا لیکن آرام نہ آیا۔ ایک دن کسی نے کچھ کیلے اور سنگترے بھیج دیئے۔ میں چونکہ آپ کو دوا پلایا کرتا تھا اس لیے سمجھتا تھا کہ آپؑ کی صحت کا ذمہ دار میں ہی ہوں۔ آپؑ نے کیلے دیکھے تو ایک کیلا کھانے کی خواہش کی۔ میں نے کہا حضور! آپ کو کھانسی کی تکلیف ہے اور دوا کا استعمال کر رہے ہیں اور ابھی تک بیماری میں افاقہ نہیں ہوا۔ اب آپ کیلا کھانے لگے ہیں اس سے تکلیف بڑھ جائے گی۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میری اِس بات کی پرواہ نہ کی اور آپؑ نے ایک کیلا اُٹھایا اور کھا لیا۔ بعد میں فرمایا میاں! مجھے اس کیلے کی وجہ سے مرض میں زیادتی کا کوئی ڈر نہیں کیونکہ خداتعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ اب مجھے شفا ہو جائے گی۔ اب دیکھو! مرزا امام دین صاحب بیماری کے وقت امّاں امّاں پکارتے تھے لیکن اس کے باوجود انہیں حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی دوا کی ضرورت پیش آئی۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کھانسی کی تکلیف ہوئی اور دواؤں کے باوجود آرام نہ آیا تو آپؑ نے کیلا کھا لیا اور پھر فرمایا مجھے خداتعالیٰ نے بتایا ہے کہ مجھے شفا ہو جائے گی اور واقع میں آپؑ کو شفا ہو گئی۔ پس جو خداتعالیٰ کو پکارتا ہے وہ اس کی برکت پاتا ہے اور جو خداتعالیٰ کو نہیں پکارتا وہ خداتعالیٰ کی برکت سے محروم رہتا ہے۔ مسلمانوں کو تیرہ سَو سال سے یہ مقام بھولا ہوا تھا۔ خداتعالیٰ نے حضرت مرزا صاحب کے ذریعہ انہیں یہ مقام یاد کرایا ہے مگر اب بھی اکثر لوگ اسے بھول جاتے ہیں لیکن یہ ایسا ہتھیار ہے کہ توپ و تفنگ بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ کوئی مصیبت تم پر آئے تم خداتعالیٰ کے سامنے جھک جاؤ اور پھر یقین رکھو کہ خداتعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔ اگر تم ایسا کرو تو وہ تمہاری ضرور مدد کرے گا۔ کہتے ہیں شیر کے سامنے اگر کوئی شخص

لیٹ جائے تو وہ اُس پر حملہ نہیں کرتا۔ بلکہ چُپکے سے پاس سے گزر جاتا ہے۔ اِسی طرح جو شخص خداتعالیٰ کے سامنے جھک جائے اور اُس کے آستانہ پر گر پڑے تو وہ بھی اس کو مرنے نہیں دیتا اور سمجھتا ہے کہ اس کی ذلت میری ذلت ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ اپنے والدصاحب کا ایک قصہ سنایا کرتے تھے۔میاں بدرمحی الدین صاحب جو بٹالہ کے رہنے والے تھے اُن کے والد جن کا نام غالباً پیر غلام محی الدین تھا ہمارے دادا کے بڑے دوست تھے۔ اُس زمانہ میں لاہور کی بجائے امرتسر میں کمشنری تھی اور کمشنر موجودہ زمانہ کے گورنر کی طرح سمجھا جاتا تھا اور امرتسر میں اپنا دربار لگایا کرتا تھا۔ جس میں علاقہ کے تمام بڑے بڑے رؤساء شامل ہوا کرتے تھے۔ ایک دفعہ امرتسر میں دربار لگا تو ہمارے دادا کو بھی دعوت آئی اور چونکہ انہیں معلوم تھا کہ پیرغلام محی الدین صاحب بھی اس دربار میں شامل ہوں گے اس لیے وہ گھوڑے پر سوار ہو کر بٹالہ میں ان کے مکان پر پہنچے۔ وہاں انہوں نے دیکھا کہ ایک غریب آدمی پیرغلام محی الدین صاحب کے پاس کھڑا ہے اور وہ اس سے کسی بات پر بحث کر رہے ہیں۔ جب انہوں نے دادا صاحب کو دیکھا تو کہنے لگے مرزا صاحب! دیکھیے یہ میراثی کیسا بیوقوف ہے۔ کمشنر صاحب کا دربار منعقد ہو رہا ہے اور یہ کہتا ہے کہ وہاں جا کر کمشنر صاحب سے کہا جائے کہ گورنمنٹ نے اس کی پچیس ایکڑ زمین ضبط کر لی ہے۔ یہ زمین اسے واپس دے دی جائے۔ بھلا یہ کوئی بات ہے کہ دربار کا موقع ہو اور کمشنر صاحب تشریف لائے ہوئے ہوں اور ایک میراثی کو اُن کے سامنے پیش کیا جائے اور سفارش کی جائے کہ اس کی پچیس ایکڑ زمین جو اسے اس کے کسی ججمان نے دی تھی ضبط ہو گئی ہے اسے واپس دی جائے۔ چونکہ وہ پیر تھے گو درباری بھی تھے اس لیے اُنہیں یہ بات بہت عجیب معلوم ہوئی۔ داداصاحب نے اُس میراثی سے کہا کہ تم میرے ساتھ چلو۔ چنانچہ وہ اسے ساتھ لے کر امرتسر پہنچے۔ جب کمشنر صاحب دربار میں آئے تو درباریوں کا اُن سے تعارف کرایا جانے لگا۔ جب داداصاحب کی باری آئی تو انہوں نے کمشنر صاحب سے کہا کہ ذرا اس میراثی کی بانہہ پکڑ لیں۔ وہ کہنے لگا مرزا صاحب! اِس کا کیا مطلب؟ انہوں نے کہا آپ اِس کی بانہہ پکڑ لیں میں اس کا مطلب بعد میں بتاؤں گا۔

چنانچہ اُن کے کہنے پر اس نے اس میراثی کی بانہہ پکڑ لی۔ اِس پر ہمارے دادا صاحب کہنے لگے ہماری پنجابی زبان میں ایک مثال ہے کہ ''بانہہ پھڑے دی لاج رکھنا''۔ کمشنر پھر حیران ہوا اور کہنے لگا مرزا صاحب! اس کا کیا مطلب ہے؟ اس پر دادا صاحب نے کہا اس کا یہ مطلب ہے کہ جب آپ نے ایک شخص کا بازو پکڑا ہے تو پھر اس بازو پکڑنے کی لاج بھی رکھنا اور اسے چھوڑنا نہیں۔ وہ کہنے لگا مرزا صاحب! آپ یہ بتائیں کہ اِس سے آپ کا مقصد کیا ہے؟ انہوں نے کہا اس کی پچیس ایکڑ زمین تھی جو اسے اس کے کسی ججمان نے دی تھی اور حکومت نے اسے ضبط کرنے کا حکم دے دیا ہے۔ ہمارے مغل بادشاہ جب دربار لگایا کرتے تھے تو اُس موقع پر ہزاروں ایکڑ زمین لوگوں کو بطور انعام دیا کرتے تھے لیکن یہ غریب حیران ہے کہ اس کے پاس جو پچیس ایکڑ زمین تھی وہ ضبط کر لی گئی ہے۔ کمشنر پر اِس بات کا ایسا اثر ہوا اور اُس نے اُسی وقت اپنے منشی کو بلایا اور کہا یہ بات نوٹ کر لو اور حکم دے دو کہ اس شخص کی زمین ضبط نہ کی جائے۔ اب دیکھو دنیا میں جب ایک انسان بھی ''بانہہ پھڑے دی لاج'' رکھتا ہے تو خدا تعالیٰ ''بانہہ پھڑے دی لاج'' کیوں نہیں رکھے گا؟ جو خدا تعالیٰ کا ہو جاتا ہے خدا تعالیٰ اُسے کبھی نہیں چھوڑتا۔ پس دعائیں کرو اور اس گُر پر قائم رہو۔ جو شخص اس گُر پر عمل کرتا ہے دنیا کی کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور وہ ہمیشہ اپنے دشمن پر غالب رہتا ہے''۔

خطبہ ثانیہ کے بعد حضور نے فرمایا:

''باہر ایک جنازہ پڑا ہے۔ یہ جنازہ سیالکوٹ سے آیا ہے۔ چند دن ہوئے وہاں ایک خطرناک حادثہ ہوا اور جس خاندان میں یہ حادثہ ہوا وہ احمدیت کے قبول کرنے کے لحاظ سے ضلع سیالکوٹ میں اول نمبر پر تھا یعنی میر حامد شاہ صاحب مرحوم کا خاندان۔ اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب سیالکوٹ تشریف لے گئے تو اُس وقت بھی اِسی خاندان میں ہی ٹھہرے تھے۔ سید ناصر شاہ صاحب مرحوم جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ میں سے تھے ان کے ایک لڑکے کی وہاں شادی تھی۔ ہمارے ملک میں رواج ہے کہ عورتیں دولہا کو اندر بلا لیتی ہیں اور اسے تحفے وغیرہ دیتی ہیں۔ چنانچہ اِسی دستور کے مطابق عورتوں نے دولہا کو مکان کی دوسری منزل پر بلایا۔ ابھی عورتیں دولہا کو تحائف ہی دے

رہی تھیں کہ اوپر کی چھت نیچے آ گری اور پھر اُس چھت کے بوجھ کی وجہ سے نیچے کی چھت بھی گر گئی۔ نیچے مرد تھے۔ ان میں سے بھی ایک بڑی تعداد زخمی ہوئی اور اوپر کی چھت پر جو عورتیں تھیں اُن میں سے بھی کچھ زخمی ہوئیں اور کچھ فوت ہوگئیں۔ چنانچہ دو جنازے پہلے آئے تھے اور ایک نعش آج آئی ہے۔ یہ نعش سید ناصر شاہ صاحب کی اہلیہ کی ہے۔ ان کے لڑکے کی شادی تھی اور اِسی سلسلہ میں یہ وہاں گئی تھیں۔ چھت گرنے کی وجہ سے زخمی ہوئیں اور بعد میں فوت ہوگئیں۔ نماز کے بعد میں ان کا جنازہ پڑھاؤں گا۔ دوست جنازہ میں شامل ہوں اور مرحومہ کے درجات کی بلندی اور اس کی مغفرت کے لیے دعا کریں''۔

(الفضل یکم مارچ 1957ء)

1: البقرۃ:187

2: تذکرہ صفحہ 172 ایڈیشن چہارم

3: بخاری کتاب التوحید باب قول اللّٰہ تعالیٰ و یحذرُکُم اللّٰہ نفسہٗ

4: مسلم کتاب الجھاد باب غزوۃ حنین

5: سیرت ابن ہشام جلد 2 صفحہ 1240 مطبوعہ دمشق 2005ء

6: المائدۃ:25

7: النمل:63

8: التوبۃ:40